خدا تعالیٰ کے پیار کے برعکس کوئی رعب اپنے دل پر نہ پڑنے دیں۔ اولاد کے لئے دعاؤں کا خزانہ چھوڑیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 رجنوری 1995ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (الحشر:19 تا 20)

پھر فرمایا:۔

آج کے خطبے میں وہی مضمون جاری ہے جو پہلے چند خطبوں سے جاری ہے لیکن اس سے پہلے میں ایک حدیث کے الفاظ کی صحت کے متعلق اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ جو حدیث میں نے پڑھی تھی جس پر گزشتہ خطبے کی بناء تھی۔ تین طرح کی روایتیں اس میں ملتی ہیں ایک روایت جو میں نے بیان کی اس میں علیٰ کہا گیا حالانکہ علیٰ نہیں تھا الفاظ ہیں بعثت لاتمم مکارم الاخلاق اگرچہ مضمون بعینہٖ وہی رہتا ہے اس میں قطعاً کوئی فرق نہیں پڑتا یعنی وہاں سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے اخلاق کی تحسین کا کام شروع کیا جو پہلے ہی مکارم تھے اور مکارم سے اس بات کا آغاز کیا اور ان کے اتمام کی طرف حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاک نمونے سے ایک سفر شروع ہوتا ہے لیکن اس سفر کا آغاز مکارم اخلاق ہی ہے۔

مکارم دراصل کریم کی جمع ہے اور کریم کہتے ہیں جو کسی قوم کا معزز ہو تو سب اخلاق ہی اچھے ہوتے ہیں مگر اخلاق میں سے بھی بعض اخلاق بڑے معزز اخلاق ہوتے ہیں تو ان معزز اخلاق سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا سفر شروع ہوتا ہے جہاں پہلے لوگوں کے سفر ختم ہو جایا کرتے تھے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یہ بھی ایک اچھا مضمون ہے لیکن اس سے بھی اگلا قدم ہے کہ وہ پہلے خوباں، وہ اچھے لوگ وہ محبوب لوگ جو پہلے اعلیٰ اخلاق کے نمونے دکھا گئے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے مبعوث فرمایا گیا ہے کہ میں ان کو اتمام تک پہنچا دوں۔ ان میں کرم کے لحاظ سے، اعلیٰ اخلاقی کردار کے لحاظ سے جو کمی رہ گئی ہے میں اس کو پورا کروں۔ تو مضمون جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے پہلے بھی یہی باتیں میں مختلف حوالوں سے کہہ چکا ہوں لیکن الفاظ کی درستی ضروری تھی **بعثت علیٰ مکارم الاخلاق** کے لفظ نہیں ہیں۔ **بعثت لاتمم مکارم الاخلاق** ہے۔

ایک حدیث میں **حسن الاخلق** کا ذکر بھی ملتا ہے اور ایک روایت میں **صالح الاخلاق** کا ذکر بھی ملتا ہے مگر سب سے زیادہ پختہ روایت وہی ہے جو عام طور پر شہرت پا گئی ہے یعنی **بعثت لاتمم مکارم الاخلاق**۔

یہ آیت کریمہ جس کی میں نے تلاوت کی تھی یہ عموماً نکاح کے موقع پر پڑھی جاتی ہے مگر میں کسی نکاح کے اعلان کے لئے کھڑا نہیں ہوا مگر اس آیت کے حوالے سے وہ سارے جن کے نکاح ہو گئے ہیں یا ہونے والے ہیں یا آئندہ ہوں گے۔ وہ جن کے نکاحوں کے نتیجے میں اولاد جاری ہو چکی ہے وہ سب میرے مخاطب ہیں لیکن اس مضمون سے پہلے بنگلہ دیش کے اکہترویں جلسہ سالانہ کے آغاز کا اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے بنگلہ دیش کی جماعت چہار۔ بخشی بازار، ڈھاکہ میں اپنے اکہترویں جلسہ سالانہ کے لئے اکٹھی ہوئی ہے اور ان کی خواہش ہے کہ ان کو مخاطب کر کے میں چند لفظ کہوں۔ تو میں تمام دنیا کی عالمگیر جماعتوں کی طرف سے ان کو محبت بھرا اسلام پہنچاتا ہوں اور اس جلسے کے مبارک ہونے اور برکتوں کے لمبا چلنے کے لئے دعا دیتا ہوں۔ اللہ کرے کہ ہر پہلو سے یہ جلسہ کامیاب ہو۔ (آمین) ان کو بہت سی مشکلات کا سامنا ہے۔ چھوٹی جماعت

ہے لیکن اس کے باوجود بڑی باہمت جماعت ہے۔ بہت مخلص اور قربانی کے لئے ہمیشہ ہر وقت تیار اس لئے سب عالمگیر جماعتوں کی دعائیں ان کو ضرور پہنچتی رہنی چاہئیں۔ اللہ ان کے حالات میں ایسی پاک تبدیلی پیدا فرمادے کہ جس کے نتیجے میں دوسری قوم یعنی احمدیوں کے علاوہ جو بنگالی لوگ ہیں ان کو اللہ عقل دے اور ایسی غلطیوں سے بچائے جن کا خمیازہ پھر ہمیشہ قوم کو بھگتنا پڑتا ہے۔

خدا والوں کی مخالفت کوئی ایسا اثر نہیں دکھاتی جو آج ہوا اور کل غائب ہو گیا یہ دائماً پیچھے پڑ جاتی ہے اور خود اپنی ہی مخالفت ہمیشہ اس وقت تک پیچھا نہیں چھوڑتی جب تک اس غلطی کا پورا خمیازہ نہ بھگتنا پڑے، پورا انتقام نہ لے لیا جائے۔ حضرت سید عبداللطیف شہید کا خون دیکھیں کہ کتنے کتنے رنگ دکھلا رہا ہے اور ابھی وہ سلسلہ جاری ہے۔ آپؓ نے اپنی شہادت سے پہلے قوم کو متنبہ کیا تھا، یہ خون اس ملک میں نہ بہاؤ کیونکہ اس کی تمہیں بہت بڑی سزا بھگتنی پڑے گی اور اللہ نے مجھے خبر دی ہے کہ بہت بُرے دن تم دیکھو گے اس کے نتیجے میں۔ تو وہ خون کے چند قطرے جو اس سرزمین پہ از راہ ظلم بہائے گئے تھے وہ آج تک بے شمار خون کی ندیاں اور نالیاں بن کر بہتی رہی ہیں اور ابھی وہ سزا معلوم ہوتا ہے پوری نہیں ہو رہی۔

یہ مضمون بھی قابل توجہ ہے کہ خدا چھوٹے جرم کی بڑی سزا کیوں دیتا ہے حالانکہ یہ انصاف کے تقاضے کے خلاف ہے۔ دراصل یہ سمجھنے کی غلطی ہے۔ ایک ظلم کا ایک انداز جب قوم اپنا لے تو ساری قوم کو اس کی سزا ملتی ہے اور جب تک وہ ظلم کے اپنائے ہوئے انداز سے خود اپنا پیچھا نہیں چھڑاتی اس وقت تک سزائیں اس کا پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ تو سزائیں اس بات کی علامت نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک پرانے خون کے نتیجے میں وہ انتقام لینا شروع کیا جو اس کا پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہا۔ یہ سزائیں اس بات کی علامت ہیں کہ یہ لوگ ابھی تک اسی نہج پر ہیں، ابھی تک ان کے دلوں میں سفا کی ہے اور خدا کے نام پر ظلم کرنے کی سرشت ابھی تک رنگ دکھا رہی ہے اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ یہ مضمون ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ سزاؤں کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے ورنہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر اور کئی قسم کے اعتراض وارد ہوں گے۔

اب یہود کے متعلق فرمایا کہ ہمیشہ تمہیں دنیا کی طرف سے بھی اور آسمان کی طرف سے بھی عذاب پہنچتے رہیں گے۔ اگر وہ بنیادی سرشت جس کی سزا یہ عذاب ہیں تبدیل نہ ہو تو ہر وقت وہ

سرشت مطالبہ کرتی ہے کہ ایک تازہ عذاب کا نمونہ دکھایا جائے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی پرانی غلطی کے نتیجے میں ان کو سزا دینا بند ہی نہیں کیا ان کی نئی نسلیں پیدا ہوئیں اور پھر ان کو سزا دی گئی پھر اور نسلیں پیدا ہوئیں پھر ان کو سزا دی گئی۔ قیامت تک اللہ کے انتقام کی پیاس بجھ ہی نہیں رہی یہ ایک جاہلانہ تصور ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ واضح طور پر قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ ہم ظلم نہیں کرتے بلکہ جن لوگوں سے ہم انتقام لیتے ہیں وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔

تو اس لئے میں بنگلہ دیش کے متعلق یہ دعا کی طرف متوجہ کر رہا ہوں کہ بعض غلطیاں ایسی قوم کر بیٹھتی ہے جس کے بعد قوم کے لئے ان کا ازالہ ممکن نہیں رہتا اور وہ غلطیاں ایک مستقل رنگ پکڑ جاتی ہیں جس کے داغ دھوئے نہیں جا سکتے۔ اب پاکستان میں جو حرکت ہوئی احمدیوں کو ایک دفعہ غیر مسلم قرار دیا گیا حالانکہ اسمبلیوں کا کام نہیں تھا۔ اب اس ظلم اور سفا کی کو کالعدم کرنے کی کسی میں طاقت نہیں رہی اور وہ مستقل ساتھ ایک جاری جرم ہے جو اپنی سزا کے مطالبے ہر وقت کرتا رہتا ہے ہر نئی نسل اس جرم پر صاد کر رہی ہے اور اس کو بدلنے کا تصور بھی کوئی حاکم وقت نہیں کر سکتا۔ یہ ظلم کی جو جاری صورت ہے، یہ ایک جاری عذاب اور خدا تعالیٰ کی جاری ناراضگی کا مطالبہ کرتی ہے۔ پس اس پہلو سے اب تک تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بنگلہ دیش کو اس قسم کی حماقت سے باز رکھا ہے اور کئی دفعہ معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ حکومت کچھ کر گزرنے پر تلی بیٹھی ہے۔ لیکن پھر خدا تعالیٰ وہ توفیق ان سے واپس لے لیتا ہے یا چھین لیتا ہے۔ یہ اللہ کا احسان ہے۔ میری دعا یہ ہے کہ یہ جاری و ساری رہے یہ احسان کا طریق۔ اس قوم کو کسی ایسے جرم کی توفیق نہ ملے جس کے نتیجے میں پھر سزائیں لازماً ان کے پیچھے پڑ جائیں گی۔ پہلے ہی غریب لوگ ہیں، مصیبت زدہ ہیں، آئے دن کئی قسم کے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اوپر سے یہ ظلم بھی اگر وہ سہیڑ بیٹھے تو اس قوم کے لئے بہت بڑی تباہی ہوگی۔ اسی طرح دوسرے ممالک بھی جہاں اس قسم کی سوچیں ابھرتی رہتی ہیں اور ہر طرف سے عالمی سازشوں کے نتیجے میں اور ممالک میں وہی حرکتیں دہرانے کی کوشش کی جاتی ہے جو پاکستان میں ہو چکی ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے اور بے وقوفیوں سے باز رہنے کی توفیق بخشے۔

یہ آیت جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی تھی اس کا تعلق صرف کسی ایک نکاح سے نہیں

بلکہ ایک جاری مضمون ہے جو صرف مسلمانوں ہی سے نہیں تمام دنیا کے انسانوں سے گہرا تعلق رکھتا ہے ایک ایسا بنیادی اصول ہے جس میں آپ کبھی کوئی تبدیلی نہیں دیکھیں گے۔اس کا لفظی یا کچھ با محاورہ ترجمہ تو یوں بنے گا کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ اور ہر جان اس بات کی نگرانی کرے کہ وہ آگے کیا بھیج رہی ہے،کل کے لئے آگے کیا بھیج رہی ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ پھر ہم تمہیں یاد دلاتے ہیں کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو کیونکہ وہ جو تم اعمال بجالاتے ہو ان سے واقف ہے ان سے خوب باخبر ہے۔

یہ مضمون کئی دفعہ بیان ہوا لیکن ہر دفعہ بار بار بیان کرنے کا محتاج ہے کیونکہ اس کا قوموں کے عروج اور ان کے تنزل سے یعنی ان کی اخلاقی قدروں کے عروج اور تنزل سے بہت گہرا تعلق ہے۔فرمایا ہے تم اس بات کے نگران ہو اور ذمہ دار ہو کہ اپنے بعد پیچھے کیا چھوڑ کر جاؤ گے۔کل سے مراد آنے والا کل جو اس دنیا کا کل بھی ہے اور اس دنیا کا کل بھی ہے جو مرنے کے بعد ہم دیکھیں گے۔ تو لفظ غــد نے اس زمین کا بھی احاطہ کیا ہوا ہے اور اگلی دنیا کا بھی احاطہ کیا ہوا ہے اور ان اعمال کا اس دنیا سے بھی تعلق ہے اور اس دنیا سے بھی اور مستقبل میں یہ تعلق قائم رہے گا جو آج ہم اعمال کر رہے ہیں اور ہم سے وہ اعمال رونما ہو رہے ہیں۔تو ہمارے آج کے اعمال کتنا لمبا اثر دکھائیں گے اور کتنا لمبا اور دیرپا اثر ان کا آئندہ جاری وساری رہے گا۔اس دنیا میں بھی ہماری نسلیں اس اثر کو دیکھیں گی اور آنے والی دنیا میں بھی ہم خود اور ہماری نسلیں اس اثر کو دیکھیں گی۔

اس لئے بعد میں متنبہ فرمایا وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اللہ کو خبر ہے بعض دفعہ تمہیں خبر نہیں ہوتی کہ تمہارے اعمال کے کیا اثرات مترتب ہو رہے ہیں۔اس کے بعد اگلا پہلو دوسری آیت میں یوں بیان ہوا۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ یہ دراصل نئی بات نہیں ہے بلکہ اس کا ایک اور پہلو ہے،اسی مضمون کا جو پہلے بیان ہو گیا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو خدا کو بھلا دیتے ہیں فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ تو یہ ان کا خدا کو بھلانا دراصل ان کے اپنے نفس کو بھلانے کے مترادف ٹھہرتا ہے،اللہ ان کو خود اپنے حال سے بے خبر کر دیتا ہے۔یہاں اَنْفُسَهُمْ میں خود ان کی اپنی ذات شامل ہے اور وہ بچے جن کے وہ نگران ہیں،وہ نسلیں جن کو وہ آگے بھیج رہے ہیں یہ سب اَنْفُسَهُمْ کے اندر داخل ہیں اور قرآن سے یہ

محاورہ ثابت ہے یہاں صرف ان کی ذات نہیں بلکہ ان کی اولادیں، ان کی آگے آنے والی نسلیں سب لفظ اَنْفُسَهُمْ میں شامل ہیں تو یہ بات ہمیں سمجھائی گئی کہ آئندہ نسلوں کی حفاظت کے لئے اپنے حال سے باخبر رہنا اور خدا تعالیٰ کو یاد رکھنا ضروری ہے۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو خدا تمہیں گویا تمہاری اپنی نسلوں کو بھلا دینے کا مرتکب کر دے گا یعنی نتیجہ وہ یہ نکالے گا جیسے تم نے عملاً خود جان بوجھ کر اپنی نسلوں کو بھلا دیا ہے اور ان کے مفادات سے غافل ہو گئے ہو اور بے خبر ہو گئے۔

یہ مضمون ہے جس کا تعلق ہر نسل کے جوڑ سے ہے اور اس کے راز کو اگر انسان سمجھ جائے تو آئندہ نسلوں کی تربیت کا راز پالے گا۔ مغربی دنیا میں خصوصیت سے یہ آواز بار بار اٹھتی ہے کہ ہمارے بچوں کا کیا بنے گا۔ بعض لوگ اپنے بچوں کے متعلق اس وقت بتاتے ہیں جبکہ بات میں دیر ہو چکی ہوتی ہے، جب معاملہ حدِ استطاعت سے آگے نکل چکا ہوتا ہے اور عجیب سی بات دکھائی دیتی ہے کہ ماں باپ تو دین پر قائم دکھائی دیتے ہیں ان کے دل میں خواہش بھی ہے کہ نیک رہیں لیکن بچے وہ جن کی آنکھوں سے دین کا تعلق کلیۃً مٹ چکا ہوتا ہے، وہ اجنبی آنکھیں بن جاتی ہیں۔ ان کے سامنے وہ بڑے ہو رہے ہیں ان کا رہن سہن، طرز بودو باش، ان کی دلچسپیاں بالکل مختلف دائروں سے تعلق رکھتی ہیں یعنی کسی کے گھر میں کوئی اور بچہ پیدا ہو جائے جیسے جانوروں میں تو یہ دکھائی نہیں دیتا مگر اگر مرغی کے بچوں میں بطخ کا انڈہ رکھ دو تو ویسا ہی منظر پیدا ہو گا کہ باقی چوزے مرغی کے چوزے نظر آئیں گے اور ایک بیچ میں بطخ کا چوزہ بھی آ جائے گا۔

تو اللہ تعالیٰ نے جو تربیت کا مضمون ہمیں سمجھایا ہے اس کا یہی نظارہ سامنے آتا ہے کہ اگر تم نے خدا کو بھلا دیا تو پھر تمہاری نسل تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گی اور یوں محسوس ہو گا گویا تم نے خود اپنی نسل کو بھلا دیا ہے۔ ایسے لوگوں کا جب میں نے جائزہ لیا اور ایک لمبے عرصے سے مجھے اس میں دلچسپی ہے یعنی خلافت کی ذمہ داریاں تو چند سال سے ہیں لیکن جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اس مضمون میں مجھے ہمیشہ دلچسپی رہی کہ بعض نیک لوگوں کے ہاں ایسے بچے کیوں نکل آتے ہیں جو ان کے مزاج کے برعکس مزاج لے کر پلتے ہیں اور ان کی دلچسپیوں کو چھوڑ کر الگ دلچسپیوں میں متوجہ رہتے ہیں، ان کے دائرے بدل جاتے ہیں جیسے چوزوں کے اندر کوئی بطخ کا بچہ آ جائے۔ وہ Ugly Ducking ہوتے ہیں۔ ایسے عجیب و غریب مناظر بھی آپ کو دکھائی دیتے ہیں ہم نے

کئی دفعہ خود بھی دیکھا بعض عورتیں مرغی کے انڈوں کے ساتھ مختلف انڈے رکھنے کے شوق رکھتی ہیں اور دیہات میں ایسے واقعات نظر آتے تھے، کسی پرندے کا انڈا اٹھالیا کسی بطخ کا انڈا اٹھالیا تو جو مخلوق پیدا ہوتی ہے وہ عجیب سی مخلوق اٹھ رہی ہوتی ہے۔

انسانی زندگی میں واقعۃً ایسے نظارے دیکھنے میں آتے ہیں اور اس کی وجہ کیا ہے یہ میں آپ کو سمجھاتا ہوں اس آیت کی تشریح میں۔ وجہ یہ ہے کہ دراصل بچپن ہی سے جب ماں باپ ان بچوں کی دلچسپیوں کے رخ بدلتے ہوئے دیکھتے ہیں تو خود ان سے مرعوب ہوتے ہیں اور اس بات کا حوصلہ نہیں رکھتے ، اعتماد نہیں رکھتے کہ اپنے بچوں کو بتائیں کہ یہ تمہارے رجحانات غلط ہیں ، یہ ادنیٰ ہیں اور اعلیٰ اقدار سے ہٹ کر تم گھٹیا چیزوں کو اپنا رہے ہو۔ ان کے دل پر ان باتوں کا رعب موجود ہوتا ہے گویا کہ خود تو وہ بے اختیار طور پر خدا کے رستوں پر چلتے رہے یعنی ان کے ماں باپ نے ان کو ڈال دیا مگر دل کی گہرائی میں ان رستوں کی اتنی قدر و قیمت نہیں جتنی باہر کی دنیا کے اطوار کی قدر و قیمت ان کے دل میں جاگزیں ہوتی ہے۔ خود تو وہ رستہ نہیں بدل سکتے مگر جب اولاد کو اٹھتا ہوا دیکھتے ہیں ان رستوں پر تو اس سے مرعوب ہوتے ہیں۔ ان کو یہ حوصلہ نہیں ہوتا کہ اپنے بچے کو کہیں کہ یہ تم نے کس قسم کے پاجامے شروع کر دیئے ہیں، یہ تم نے کس قسم کے گلوں میں ہار ڈال لئے ہیں ۔ بالوں کا رخ کیا بنا رہے ہو، پاگل ہو گئے ہو۔ یہ کیسی بدذوقی کی باتیں ہیں جو تم کر رہے ہو، یہ کہنے کی ان کو ہمت ہی نہیں ہوتی آنکھوں کے سامنے لڑکیاں اپنے پر پرزے نکال رہی ہیں ۔ وہ تنگ جینز پہن رہی ہیں ، بالوں کے حلیے بگاڑ رہی ہیں اور اپنی مرضی سے جہاں چاہیں چلی جاتی ہیں اور ماں باپ کو یہ حوصلہ نہیں کہ ان کو سمجھا سکیں۔ دراصل وہ پہلے خدا کو بھلا بیٹھے ہیں اگر انہوں نے خدا کو نہ بھلایا ہوتا تو ناممکن تھا کہ اس قسم کے بچوں کو اپنے گھر میں بے روک ٹوک پلنے دیں لیکن چونکہ بنیادی طور پر ان کے ماں باپ نے تربیت ایسی کی ہوئی ہے کہ خود مذہب کی کھلم کھلا بغاوت نہیں کر سکتے اس لئے وہ مذہب رکھتے ہوئے بھی اپنے بچوں کو لامذہب بنانے میں مددگار بن جاتے ہیں اور یہ نسل ایسی ہے جو گویا اس آیت کا مصداق بن جاتی ہے وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ تم نے حقیقۃً خدا کو بھلا دیا خواہ ظاہری طور پر اس کی ذات سے تم پیوستہ ہی رہے تو تم دیکھو گے کہ تمہاری اولاد آگے خدا کو بھلانے والی ہو جائے گی اور اس پر تمہارا کوئی بس نہیں چلے گا۔

ایسے بہت سے نظارے ہم نے دیکھے اور اب بھی دیکھتے ہیں۔بعض دفعہ ماں باپ کی طرف سے اطلاع ملتی ہے کہ آپ کو تکلیف تو بہت ہوگی مگر میں مجبور ہوں بے اختیار ہوں میری بیٹی نے عیسائی سے شادی کر لی ہے، میری بیٹی فلاں شخص کے ساتھ آمادہ ہوگئی ہے، کوئی سکھ کے پاس جارہی ہے، کوئی ہندو کے پاس چلی گئی ہے، یہ واقعات جماعت کے تعلق میں بہت شاذ ہیں۔لیکن شاذ ہونے کے باوجود چونکہ ایک سفید چادر کے داغ ہیں اس لئے نظروں کو بہت تکلیف دیتے ہیں۔ایک ایسی چادر کے داغ ہیں جس پر عموماً یہ دھبے دکھائی دیتے نہیں ہیں اوراس کے بعد ان کے ماں باپ کا یہ لکھنا یا پیغام بھیجنا کہ ہم بے بس ہیں اور بے اختیار ہیں، ہمارا کوئی قصور نہیں، ہمیں معاف کیا جائے۔ان کو میں لکھتا ہوں کہ معافی مجھ سے کیا مانگتے ہو یہ تو اللہ سے معافی مانگنے والی باتیں ہیں۔جہاں تک نظام جماعت کا تعلق ہے جو لوگ تم سے الگ ہوگئے وہ اپنے ذمہ دار ہیں ان کی سزا تمہیں نہیں ملے گی لیکن قانون قدرت جو تمہیں سزا دے گا اس کی معافی خدا سے مانگو۔اس میں میں بالکل بے اختیار اور بے بس ہوں، مجھ میں طاقت ہی نہیں کہ میں تمہیں معاف کرسکوں اور یہ وہ نظام ہے جو سزا کا ایک جاری نظام ہے۔ایسے موقع پر بہت دیر کے بعد ان ماں باپ کو سمجھ آتی ہے کہ ہم نے شروع میں خدا کو بھلائے رکھا تھا کیونکہ یہ ایسے بچے ایک دن میں نہیں بنا کرتے۔اچانک مرغی کے انڈوں سے بطخ کے بچے نہیں نکلا کرتے وہ شروع ہی سے ان کی پیدائش کے آغاز ہی سے کچھ باتیں ان کے اندر ایسی داخل ہوجاتی ہیں جو ان کا کریکٹر ہیں اور وہ کریکٹر اچانک نہیں بنتا۔یہ ایک لمبا نفسیاتی مضمون ہے لیکن امر واقعہ یہی ہے کہ جو ماں باپ دونوں اللہ سے محبت رکھتے ہوں وہ اپنے بچے کے آغاز ہی سے ان کی ایسی حرکتوں سے خوفزدہ ہوجاتے ہیں جو ان کو خدا سے دور لے جانے والی ہیں اور وہ وقت جبکہ وہ اثر قبول کرتے ہیں اس وقت وہ اپنی ساری طاقت استعمال کر لیتے ہیں، دعائیں کرتے ہیں، سمجھاتے ہیں، ان کے تعلق ایسے لوگوں سے بناتے ہیں جن کے نتیجے میں وہ خود بخود محفوظ ہونے لگتے ہیں یعنی ماحول ان کی حفاظت کرتا ہے تو ایسے بچوں کو پھر کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

پس یہ خیال غلط ہے کہ اچانک واقعہ ہوا ہے۔یہ تربیتی کمزوریاں پہلے ماں باپ کے دل میں پیدا ہوتی ہیں اور وہ ان سے غافل رہتے ہیں تو اَنۡفُسَھُمۡ کے دونوں معنے صادق آتے ہیں کہ خدا ان کو اپنے نفس کے حالات سے بھی غافل کر دیتا ہے۔ان کو پتا ہی نہیں کہ اندرونی طور پر ہم کیا چاہ رہے

ہیں۔ایسے بچے اگر نظام جماعت سے تعلق نہ رکھیں تو بہت دفعہ دیکھا ہے کہ ایسے ماں باپ ہیں ان کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ایسے بچے عموماً اگر لڑکے ہیں مثلاً ان کی آپ تاریخ کا مطالعہ کریں، یعنی ان کے گزشتہ حالات کا،آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ بچپن ہی سے نہ کبھی اطفال کے کاموں میں، نہ خدام کے کاموں میں، نہ مسجد میں آنے جانے کا ان کا تعلق قائم ہوا اور ماں باپ نے دیکھا ہے پرواہ نہیں کی۔ اس بات پر خوش رہتے ہیں کہ انہوں نے یونیورسٹی میں بہت اچھے نمبر لئے ہیں یا سکول میں غیر معمولی نمبروں پہ کامیاب ہوئے ہیں اور اسی فخر میں رہتے ہیں اور ان کو اس طرح دیکھتے ہیں جیسے ان سے بڑی چیز ان کے گھر میں پیدا ہوگئی ہے، یہ رعب ہے اصل میں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے لئے ایک ایسی دعا سکھائی ہے کہ میری تو روح وجد میں آجاتی ہے جب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ مصرعہ پڑھتا ہوں اپنی اولاد کے حق میں کہ:

ع　نہ آوے ان کے گھر تک رعب دجّال　(درثمین:48)

کہ اے اللہ رعب دجّال کو ان کے گھر کے پاس نہ پھٹکنے دینا کیونکہ رعب پہلے آتا ہے پھر انسان کا دشمن ہوجاتا ہے اس سے پہلے نہیں۔پہلے ایک نفسیاتی رعب پیدا ہوتا ہے۔جس کے دل میں دنیاداریوں کا،مغربیت کی اقدار کا یا دوسری لا مذہب اقدار کا رعب چھا جائے وہ اپنی اولاد کی تربیت کا اہل نہیں رہتا۔اس اولاد سے بچپن ہی سے مرعوب رہتا ہے۔

کئی دفعہ ایسا ہوا میرے پاس ملاقات کے لئے خاندان آیا اور ایک لڑکے نے سنہری زنجیر پہنی ہوئی تھی،ایک کان میں بندا تھا اور بال بڑھائے ہوئے یا ایک لڑکی نے دوسرے رخ اختیار کئے ہوئے تو میں نے اس کو پیار سے سمجھایا۔میں نے کہا تم نے یہ کیا کام شروع کیا ہوا ہے۔اب مشکل نہیں تھا مجھ پہ چونکہ رعب نہیں تھا اس لئے میں نے پورے اعتماد سے اس سے بات کی اور اس کو بتایا کہ یہ تو بہت ہی بچوں والی باتیں کر رہے ہو تم۔تم سے توقع نہیں ہے آنکھیں بند کر کے ایک قوم کی نقل کر رہے ہو اس میں کوئی بھی حکمت نہیں ہے جاہلانہ بات ہے اور بعضوں نے اسی وقت اتار کے وہ پھینک دیا۔ایک بچے نے زنجیر اتاری توڑ کے پھینک دی اس نے کہا مجھے کوئی تعلق نہیں اس زنجیر سے اور ماں باپ سامنے دیکھ رہے تھے ان کو کیوں خیال پہلے نہیں آیا اس لئے کہ خود مرعوب تھے۔عورتوں کی طرح بڑھے ہوئے بال، جب میں نے بتایا یہ تو طریق ہی رسول اللہ ﷺ نے ناپسند فرمایا ہے،

تمہیں مرد پیدا کیا ہے، مردوں والے اخلاق سیکھو اور کر کیوں رہے ہو، غور تو کرو۔ تم نقلیں مار رہے ہو ان کی اور تم بڑے مرعوب ہو گئے ہو۔ تم نے بچپن میں دیکھا ہے ان لوگوں کو، کبھی ٹیلی ویژن میں کبھی گلیوں میں اور تم سمجھتے ہو کہ بہت زبردست لوگ ہیں اس طرح بال بڑھا لئے اس طرح گتیں بنا لیں اور بڑے رعب سے پھر رہے ہیں تو تم مرعوب ہوئے ہو۔ اور ان کی نقلیں شروع کر دی ہیں۔ اب یہ بات ایسی ہے کہ ایک دفعہ بھی مجھے مایوسی کا منہ نہیں دیکھنا پڑا۔ ہمیشہ بچوں نے اچھی Response دکھائی ہے۔ بعض دفعہ دوبارہ ملنے آئے ہیں صحیح بال بنوا کر اچھے بھلے معقول بچے بیچ میں سے نکل آئے۔

تو میں آپ کو یہ سمجھا رہا ہوں کہ رعب ہے جو مارتا ہے اور دنیا میں بہت سے لوگ مرعوب رہ کر زندگی بسر کر رہے ہوتے ہیں لیکن ان کا رعب دکھائی نہیں دیتا وہ خود اس رعب سے ناواقف رہتے ہیں جو ان کے اندر ان کی اقدار پر قبضہ کر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ اللہ کو نہ بھلانا۔ نتیجہ یہ نکلے گا۔ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ تو ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے خدا کو بھلا دیا، خدا ان کو ان کے اپنے نفوس کو بھلا دیتا ہے۔ تو ایک ترجمہ تو اس کا ہے کہ وہ بچے جن کو وہ پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں جو ان کا کل بنائیں گے، ان بچوں کے مفادات سے ان کو غافل کر دیتا ہے اور دوسرا یہ کہ یہ جو غافل کرنا ہے یہ پہلے خود اپنے حال سے غافل ہوتے ہیں تب وہ بچوں کے حال سے ناواقف ہوتے ہیں۔ تو یہ آیت دونوں جگہ اپنا عمل دکھا رہی ہے اور حقیقت میں اگر اسلامی یا مذہبی اقدار کی فضا میں آپ نے پلنا ہے اور اپنے بچوں کو پالنا ہے تو ایک اس کا نکتہ یہ ہے کہ اللہ کو یاد رکھیں اور غیر اللہ کا رعب دل میں نہ آنے دیں۔ رعب ہے، اگر آ گیا تو پھر آپ مارے گئے پھر آپ کی اولاد آپ کے ہاتھوں سے نکل جائے گی، کسی قیمت پر آپ اس کو سنبھال نہیں سکیں گے لیکن اگر اللہ کی یاد غالب ہے تو دل ایک خاص نشے کی حالت میں رہتا ہے اس یاد سے متصادم چیزیں نظر کو بری لگتی ہیں اور از خود دل وہ فیصلے کرتا ہے جو بچوں کی حفاظت کے لئے مناسب اور ضروری ہیں کیونکہ اللہ سے پیار غیر اللہ کے مقابل پر ایک قسم کی الرجی پیدا کر دیتا ہے۔ وہ اچھا نہیں لگتا دل کو گھبراہٹ شروع ہو جاتی ہے غیر اللہ کی حرکتیں دیکھ کر اور غیر اللہ کی حرکتیں بے شمار ہیں کوئی ایک نام ان کا نہیں رکھا جا سکتا لیکن انسان کا شعور اس کو ضرور بتا دیتا ہے کہ یہ اللہ والوں کی ادائیں ہیں یا یہ غیر اللہ کی ادائیں ہیں، ان میں فرق

بڑا نمایاں ہے۔

پس اس پہلو سے سب سے اہم نکتہ تربیت کا جو آپ کو یاد رکھنا چاہئے وہ یہ ہے کہ اللہ سے سچا پیار رکھیں اور خدا کے پیار سے برعکس کوئی رعب اپنے دل پر نہ پڑنے دیں۔ یہ ساری چیزیں بے معنی اور بے حقیقت ہیں۔

میں نے آپ کو بارہا مثالیں دی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کی جو اصل شان تھی، جو نوران میں چمکتا تھا جس نور سے وہ رستہ دیکھتے تھے اور رستہ دکھاتے تھے وہ یہی اللہ کا رعب تھا۔ غیر اللہ کا کوئی رعب ان کے اوپر اثر انداز نہیں تھا۔ سادہ کپڑوں میں، پھٹی پرانی جوتیوں میں، ایسے لباس میں جس کے اندر قمیص کا شلوار سے جوڑ نہیں، کوٹ کا اندر کے کپڑوں سے جوڑ نہیں، جرابیں اور رنگ کی اور سوٹ اور رنگ کے پہنے ہوئے، کبھی سوٹ بھی پہن لیتے تھے، کبھی سادہ عام تہبند باندھ کے پھرتے تھے لیکن یہ نظر آتا تھا کہ لباس ان پر اثر انداز نہیں ہو رہا۔ جو لباس پہنتے ہیں اس پر وہ اثر انداز ہو جاتے ہیں۔ مجنوں سے دشت کو رونق تھی۔ دشت مجنوں پر اثر انداز نہیں ہوتا تھا۔ پس جو بھی وہ لباس پہنتے تھے اس لباس میں اچھے لگتے تھے اور لباس ان سے رونق پاتا تھا اور عزت پاتا تھا۔ یہ وہ رعب ہے جو خدا کا رعب ہے اگر یہ قائم رہے تو غیر اللہ کا رعب پھٹک نہیں سکتا پاس۔

پس ان صحابہؓ کی جو شان ہم نے بچپن میں دیکھی اور ہمیشہ کے لئے دلوں پر نقش ہوگئی وہ یہی شان تھی کہ وہ غیر اللہ سے بے نیاز پھرا کرتے تھے گویا وجود ہی کوئی نہیں ہے اور اس ذات میں مگن، اس خیال میں مگن ان کی نسلوں کی اچھی تربیت ہوئی مگر بعض اوقات استثناء وہاں بھی دکھائی دیئے۔ وہ استثناء بھی بعض بنیادی تعلیمات سے غافل ہونے کے نتیجے میں پیدا ہوئے۔ بعض دفعہ ایک نیک آدمی نیکی میں اتنا انہاک کر لیتا ہے کہ وہ دوسرے حقوق ادا نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے میں ایسا کئی مرتبہ ہوا کہ ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں تو ساری عمر اب روزے رکھنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ ایک نے کہا کہ میں اتنی نمازیں پڑھا کروں گا ساری رات جاگا کروں گا وغیرہ وغیرہ۔ ہر موقع پر آنحضرت ﷺ نے ان کو منع فرمایا اور کہا کہ تم زبردستی خدا کو خوش نہیں کر سکتے، تم اپنا نقصان اٹھاؤ گے، خود اپنا نقصان کرو گے اور فرمایا تمہارے بیوی بچوں کا بھی تم پر حق ہے ان کا بھی خیال کرو۔

ایسے واقعات ملتے ہیں کہ بعض لوگوں کی آپس میں دوستی تھی اور جب وہ ایک موقع پر کھانے پر گئے تو بیوی کو بہت برے حال میں دیکھا تو ان صاحب نے حضرت سلمانؓ فارسی کے متعلق روایت ہے انہوں نے پوچھا بیوی سے کہ کیا بات ہے، تمہارا خاوند ہے تم اس برے حال میں کیوں ہو۔ اس نے کہا میرا خاوند جیسا ہوا ویسا نہ ہوا اس کو تو میری ذات میں کوئی دلچسپی نہیں۔ وہ تو خدا کا ایسا ہو چکا ہے کہ بندوں کی کوئی ہوش ہی نہیں۔ پھر ایک لمبی حدیث ہے میں آپ کو سناؤں گا بعد میں۔ آخر کار حضرت سلمانؓ فارسی نے اس کو سمجھایا اور کہا کہ یوں نہیں ہوگا۔ تمہیں خدا کا بھی حق دینا ہے بندے کا بھی حق دینا ہے اور اگر نہیں دو گے تو نقصان اٹھاؤ گے جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں یہ واقعہ پیش ہوا تو آپ ﷺ نے پوری طرح اس کو صاد کیا حضرت سلمانؓ فارسی کی اس نصیحت کو اور فرمایا بالکل ٹھیک کیا ہے۔

اب ایسے بزرگ بھی ہم نے دیکھے تھے جو دین کے معاملے میں ایسے منہمک ہو چکے تھے کہ ان کو اپنے بیوی بچوں کی ہوش ہی نہیں تھی۔ نتیجۃً بعض دفعہ بعضوں کی بیویوں کی کمزوریاں ہوئیں، بعض ہم لوگ جانتے ہیں کہ ایسے خاندانوں سے آئی ہوئی تھیں جن میں احمدیت کا گہرا اثر نہیں تھا اور بعض لاہوری مزاج لوگوں کے زیر تربیت تھیں یا ان کے زیر اثر تھیں تو ان کی اولادوں کو نقصان پہنچا ہے۔ لیکن بنیادی طور پر ایک کمزوری ان کی اپنی بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اس نصیحت کو پیش نظر نہیں رکھا کہ اپنے گھر سے تعلق رکھنا، اپنے گھر کے حقوق ادا کرنا یہ دین کا حصہ ہے، اس کو دین سے الگ نہیں کیا جا سکتا مگر ایسے بہت کم استثناء ہیں۔ اکثر وہ لوگ ہیں جن کے بچوں نے اگر عارضی طور پر کچھ عرصہ دین سے بے رغبتی کے نمونے دکھائے بھی تو بلا استثناء پھر وہ لوٹ کر آخر دین ہی میں پہنچے اور سب کے انجام نیک ہوئے۔ بعض شرارتی بھی تھے، بعض ٹوڈی بھی کہلاتے تھے کئی قسم کی حرکتیں کیا کرتے تھے، جوانی کے اثرات بھی تو ہوتے ہیں لیکن انجام کار بہت صالح، بہت بزرگ، بہت خدا کے دین کی خدمت کرنے والے بننے کے بعد پھر ان کی وفات واقع ہوئی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی وہ دعائیں قبول کیں کہ جب تک ہمیں نیک لوگوں میں شامل نہ فرما ہمیں مارنا نہیں اور یہ دعا بعض دفعہ انسان خود اپنے لئے مانگتا ہے تو پوری ہوتی ہے بعض دفعہ اس کے ماں باپ نے اس کے لئے مانگی ہوتی ہے۔

تو دوسرا پہلو دعا کا ہے۔ وہ دعائیں بھی ہیں جو بعض دفعہ دور جاتے ہوئے بچوں کو واپس کھینچ لاتی ہیں۔ ایسے رسوں سے وہ جکڑے جاتے ہیں جو دکھائی نہیں دیتے اور قرآن کریم نے جو آسمان

کے نظام کے استقرار کا ذکر فرمایا ہے اس میں ایسے ہی رسوں کا ذکر فرمایا ہے کہ ایسے ستونوں سے ہم نے ان کو باندھ رکھا ہے یا ان ستونوں پر قائم رکھا ہے تم ان کو دیکھ نہیں سکتے۔ تو یہ الٰہی نظام ہے جس میں پاک لوگوں کی اولادوں کو بھی خدا بالآخر ایسے رسوں سے جکڑ دیتا ہے کہ اپنے مدار سے باہر نکل نہیں سکتے اور یہ دعاؤں کے رسے ہیں بہت دور تک یہ اپنا کام دکھاتے ہیں۔ پس اگر وقتی طور پر کسی سے غلطی ہو بھی جائے اور وہ بعض باتوں میں جان کر یا غفلت یا لاعلمی کے نتیجے میں اپنی اولاد کے مفادات کے تقاضے نہ پورے کر سکے تو دعائیں اس کا سہارا بن جاتی ہیں اور دعاؤں کے نتیجے میں پھر ایسے بچے ایک حد سے آگے بدکنے کی توفیق نہیں پاتے کیونکہ وہ رسے وہ ہیں جو ہمیں دکھائی نہیں دے رہے مگر موجود ہیں اور یہ دعاؤں کے رسے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر اس مضمون کو خوب کھول کر بیان فرمایا آپؑ سے ایک شکایت کی گئی کہ ایک شخص ہے جو اپنی اولاد پر تربیت کے معاملے میں بہت سختی کرتا ہے، ناواجب سزائیں دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اتنا اس پر ناراض ہوئے کہ شاذ کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے غصے کی حالت میں دیکھا گیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا وہ شرک کرتا ہے، اس کے اختیار میں ہے تربیت کرنا؟ یعنی جہاں تربیت سے غفلت ہو وہ بھی گناہ ہے لیکن تربیت کو اپنے ہاتھ میں سمجھ لینا چاہے ڈنڈے کے زور سے کی جائے یہ بھی ناجائز اور یہ بھی شرک کے مترادف ہے۔ آپؑ نے فرمایا اس کو چاہئے کہ دعا کرے یعنی اگر تربیت کے بعد جو مناسب حقوق ہیں تربیت کے وہ ادا کرنے کے بعد پھر بھی کچھ کمی رہ جاتی ہے تو وہ خدا نہیں ہے پھر دعا کرے اور پھر دیکھے کہ دعا اثر دکھائے گی۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی بھی اپنی تربیت پر بنا نہیں کی اس کثرت سے دعائیں کی ہیں بلکہ پیدائش سے بھی پہلے دعائیں شروع کر دیں کہ ان کے نتیجے میں جو کمیاں رہ گئی تھیں اللہ خود پوری کرتا رہا ہے۔ بہت سے ایسے ابتلاء کے دور آئے ہوں گے کئی قسم کے ایسے صدمے پہنچے ہوں گے جو دین پر بھی بد اثر ڈالتے ہیں مگر خدا نے بچایا ہے اس لئے کہ آپ کی اولاد آپ کی دعاؤں کے حصار میں رہی ہے۔ جیسے قلعہ کی فصلیں ہوتی ہیں وہ اندر رہنے والوں کو بچاتی ہیں اس طرح دعائیں بھی بعض دفعہ قلعہ کی دیواریں بن جایا کرتی ہیں اور وہ بھی وہی دیواریں ہیں جو آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتیں لیکن ان کے اثرات ہم نے دیکھے ہیں۔ جو چیزیں آنکھ

سے دکھائی نہیں دیتیں ان کے متعلق یہ سمجھ لینا کہ وہ ہیں نہیں، یہ پرانے زمانے کی باتیں ہیں۔ آج کل تو واقعۃً سائنس ایسی چیزیں دریافت کر چکی ہے کہ جو نہ دِکھنے والی چیزیں ہیں ان میں بہت زیادہ طاقتور چیزیں بند کی جا سکتی ہیں۔ Magnatic Field کے اندر ایسے Crucibles بنائے گئے ہیں یعنی جن میں بہت زیادہ گرمی پیدا کر کے بعض دھاتوں کو پگھلایا جاتا ہے کہ جن کو عام جو برتن ہیں مادہ چیزوں کے وہ ان کو سنبھال ہی نہیں سکتے۔ ان کی گرمی سے وہ پگھل جائیں اور ختم ہو جائیں لیکن وہ جو برتن ہیں وہ مقناطیسی طاقتوں کے برتن ہیں جو آنکھ سے دکھائی نہیں دیتے اور ان کے اندر وہ چیزیں مضبوطی سے قائم رہتی ہیں اور ان برتنوں کے اندر ان کو اتنا زیادہ گرم کیا جا سکتا ہے کہ مادی چیز کے متعلق آپ خواب میں بھی یہ تصور نہیں کر سکتے۔ تو دیکھنے میں وہ چیز دکھائی نہیں دے رہی لیکن بڑے مضبوط ستون ہیں ساری کائنات کا بوجھ ان ستونوں نے اٹھایا ہوا ہے اور ایسے برتنوں میں جو جدید ترین تجارب ہیں جو عام مادی چیزوں میں ممکن نہیں وہ ایسے برتنوں میں ہو رہے ہیں۔ تو اس لئے دعا کے متعلق کوئی بے وقوف یہ سمجھ لے کہ ہم فرضی باتیں کر رہے ہیں دعا کی ایک دیوار بن گئی، دعا کا ایک قلعہ تعمیر ہو گیا وہ سوچنے والا بے وقوف اور قدیم انسان ہے۔ ہم نہیں۔ ہم نے تو خدا کی ظاہری کائنات میں بھی ایسی حیرت انگیز چیزیں دیکھی ہیں کہ اس کی روحانی کائنات میں ان کا عدم متصور ہی نہیں ہو سکتا۔ وہی خدا ہے جس نے روحانی کائنات بنائی ہے۔ جب اس کی مادی کائنات میں ہم عجائبات دیکھتے ہیں تو یہ خیال کر لینا کہ اس کی روحانی کائنات عجائبات سے خالی ہے بہت بڑی بے وقوفی ہے۔

تو ایسے لوگوں کو اپنی اولاد کے لئے دعائیں کرنی چاہئیں مگر اس وقت کرنی چاہئیں جب دعا کے وقت ہوتے ہیں، جب پانی سر سے گزر جائے تو ایک قسم کی موت واقع ہو جاتی ہے اس وقت اعجازی طور پر اللہ چاہے تو جو چاہے دکھا دے مگر عام قانون یہی ہے کہ جو شخص جس طرح خدا سے تعلق رکھتا ہے اس کی اسی حد تک سنی جاتی ہے اور ہر شخص کے لئے اعجاز نہیں دکھائے جاتے۔ وقت کے اوپر آپ علاج شروع کر دیں تو وہ مرض جو بعد میں خطرناک ثابت ہو سکتا ہے وہ بھی قابو میں آجائے گا اور وقت کے بعد علاج شروع کریں تو شاذ کے طور پر کبھی ہزار، دس ہزار، لاکھ میں سے ایک ایسا بھی ہوتا ہے جو پھر بھی قابو آجاتا ہے۔ مگر یہ غیر معمولی خارق عادت بات ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ

مضمون ہمیں خوب کھول کر سمجھا دیا ہے۔آپ نے فرمایا ہے کہ روزمرہ کی دعائیں جو تم کرتے ہو ان کی مقبولیت کا انحصار تمہارے روزمرہ کے اللہ سے تعلق پر ہے۔تم عام تعلقات اللہ سے رکھتے ہو تو دعاؤں کا جو مضمون ہے وہ بھی عام طریق پر تمہارے حق میں جاری ہوگا دعاؤں کے فیض بھی تمہیں اسی حد تک ملیں گے جس حد تک تمہارا خدا تعالیٰ سے ایک روزمرہ کا تعلق ہے۔

پس یہ روزمرہ کے تعلق والی دعائیں تو اکثر احمدیوں کو نصیب ہیں مگر یہ اس وقت اثر دکھائیں گی جبکہ مرض ابھی حد اختیار کے اندر موجود ہے۔وہ پانی جب سر سے گزر جائے گا پھر خارق عادت دعائیں ہیں جو کام کرتی ہیں اور وہ صرف ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں جن کا اللہ سے تعلق خارق عادت ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ عجیب اور باریک در باریک مضامین بیان فرمائے ہیں کوئی دنیا کا صحیح الدماغ انسان ،جس کو ادنیٰ بھی شعور ہو لطیف باتوں کا ،حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان تحریروں کو دیکھ کر آپ کی صداقت کے بغیر کوئی اور فتویٰ جاری کر ہی نہیں سکتا۔وہ لازماً آپؑ کی صداقت کا قائل ہوگا کیونکہ یہ مضامین وہ ہیں جو صاحب تجربہ کو نصیب ہوا کرتے ہیں باہر کی آنکھ سے دیکھنے والے کو کبھی عطا ہی نہیں ہوتے ،ان تک اس کی رسائی ہی نہیں ہوا کرتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان باتوں کو اپنے روزمرہ کے معمول میں دیکھا، شناخت کیا اس کے علاوہ دوسرے نمونوں سے ان باتوں کے موازنے کئے اور پھر اپنے عرفان کا ماحصل ہمارے سامنے کتنا آسان بنا کر اس طرح پیش فرما دیا کہ ہماری مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بغیر وہاں تک رسائی ممکن ہی نہیں تھی۔خارق عادت کا مضمون دیکھیں کیسے عجیب طریق سے سمجھایا ہے۔آپ نے فرمایا ہے،خارق عادت سے مراد یہ ہے کہ عام طبعی قانون کی حد سے کوئی چیز باہر نکل جائے اور خدا کی قدرت کاملہ کے دائرے میں موجود رہے۔ویسے تو ہر چیز خدا کی قدرت کاملہ کے دائرے میں موجود ہے مگر اس حوالے سے اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ خدا کی قدرت کاملہ نے بعض قوانین کے دائرے چھوٹے رکھے ہیں ،بعض وسیع رکھے ہیں ،بعض بالا ،بعض نچلے۔عام حالات میں ایک دائرے میں ایک قانون حرکت کر رہا ہے اور اس دائرے میں اس قانون میں جتنی استطاعت ہے وہ اتنا اثر دکھا سکتا ہے اس سے بڑھ کر اثر نہیں دکھا سکتا۔اگر معاملہ اس دائرے سے باہر نکل چکا ہو تو بالائی دائرے کا قانون ہے جو حرکت میں آئے تو اس کو درست کر سکتا ہے ورنہ نہیں کر سکتا۔

فرمایا کہ خدا کے بندے بعض ایسے ہوتے ہیں جو اپنے روزمرہ کے تعلقات میں اللہ تعالیٰ سے عام بندوں کی طرح معاملہ نہیں کرتے بلکہ عام بندوں کی عادت کے برعکس معاملہ کرتے ہیں۔لوگ کہتے ہیں اس کو کیا ہوگیا ہے، یہ تو پاگل ہوگیا ہے۔اللہ کی خاطر عجیب وغریب باتیں کررہا ہے۔وہ مفادات جن کو کوئی دیکھ کر، سمجھ کر چھوڑ نہیں سکتا ان مفادات کو اس طرح چھوڑتے ہیں کہ عام طاقتوں کا انسان اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ظاہری طور پر اپنے مخالف فیصلے کرتے ہیں مگر خدا کی گہری محبت کے نتیجے میں مجبور ہو کر ایسا کرتے ہیں،اس کو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمارہے ہیں خارق عادت تعلق۔

عام دنیا کے نیک آدمی بھی ایک تعلق اللہ سے رکھتے ہیں، روزمرہ قربانیاں دیتے ہیں مگر وہ تعلق خارق عادت نہیں ہے۔انسانوں میں ایسے تعلق ہر جگہ ملتے ہیں۔جہاں وہ تعلق انسانوں کے دائرے سے بڑھ کر دکھائی دے وہ وہ دائرہ ہے جسے خارق عادت کہا جاتا ہے، عادت کے برعکس، عادت کو توڑ کر ایک نئے دائرے میں داخل ہوگیا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جب خدا کا ایسا بندہ مشکل میں آتا ہے تو خدا کے قانون کے دائرے توڑے جاتے ہیں اور خدا ان قوانین کو وہاں جاری کرتا ہے جو پہلے سے موجود تھے مگر ایک اور وسیع تر دائرے سے تعلق رکھتے تھے۔تو عام قانون کے دائرے پھاڑ دیئے جاتے ہیں اور ایسے بندے کے لئے خدا خارق عادت نمونے دکھاتا ہے۔تو ناممکن تو نہیں ہے،ہم دنیا میں خدا کے غیر معمولی بندوں میں یہ باتیں دیکھتے ہیں مگر روزمرہ کے طور پر یہ واقعات نہیں ہوتے اور جن کے حق میں ہوتے ہیں ان کی عادتیں روزمرہ والی نہیں ہوتیں،ان سے مختلف ہوا کرتی ہیں۔

تو میں تو ایک عام تربیت کے حوالے سے آپ کو سمجھا رہا ہوں دعاؤں کے اوپر وہ انحصار نہ کریں جو دعائیں آپ کی طاقت سے باہر ہیں۔روزمرہ کی تدبیریں اور روزمرہ کی دعاؤں کا آپس میں تعلق جاری وساری ہے۔اس دائرے کے اندر رہتے ہوئے اس وقت دعائیں کریں جب عام طور پر یہ دعائیں سنی جانی چاہئیں اور دعائیں عام طور پر سنی جانے کا ایک راز یہ ہے جو خارق عادت نہیں بلکہ عام عادت کا حصہ ہے کہ جب آپ خدا کے پاس اس وقت جاتے ہیں جب یہ مشکل ابھی پڑی نہیں ہوتی اس سے محبت کی باتیں کرتے ہیں،اپنا تعلق بناتے ہیں اور آئندہ آنے والی مشکلات

سے پناہ مانگتے ہیں تو یہ جو تعلق ہے یہ بے لوث تعلق کہلاتا ہے۔ مصیبت تو ابھی پڑی کوئی نہیں، جب مصیبت پڑ جائے اور آپ دوڑے دوڑے جاتے ہیں تو صاف پتا چلتا ہے کہ مصیبت مجبور کر کے، گھیر کے خدا کے پاس لے گئی ہے اور مصیبت نہ پڑی ہو اور جائیں اور پھر سوچیں کہ یہ مصیبت پڑ بھی سکتی ہے تو یہ درخواست بھی عرض کر دیں کہ اے خدا اس قسم کی مصیبتوں سے ہمیں بچا تو وہ دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ اسی لئے اولاد کے حق میں وہ دعائیں زیادہ مقبول ہوتی ہیں جو ان کے پیدا ہونے سے پہلے کی جاتی ہیں اور تعلق باللہ کی خاطر محض اس لئے مانگی جاتی ہیں کہ میرے بچے تیرے رہیں کسی اور کے نہ بن جائیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کو نہیں بھلاتے اور ان کی اولادیں پھر بھلائی نہیں جاتیں نہ بندوں کی طرف سے بھلائی جاتی ہیں نہ خدا کی طرف سے بھلائی جاتی ہیں۔

پھر جب بچپن میں آپ ایسے اثرات دیکھتے ہیں تو وہ وقت ہے تشویش کا اور اگر پیدائش سے پہلے دعائیں نہ بھی مانگی گئی ہوں تو بیماری کے آغاز ہی میں انسان حساس ہو جائے اور احساس کی وجہ یہ ہو کہ اللہ سے تعلق کے معاملے میں بچے دور ہو رہے ہیں، وہ تعلق کمزور پڑ رہا ہے تو یہ بھی بے لوث دعاؤں کے دائرے میں آئے گا کیونکہ درحقیقت آپ کی محبت جو بچوں کے لئے ہے اور آپ کی محبت جو اللہ کے لئے ہے یہ دونوں ہم آہنگ ہو جاتی ہیں اور ایسے موقع پر ان بچوں کے حق میں آپ کی دعائیں زیادہ اثر دکھائیں گی۔ تو جب بھی بیماری کے آغاز دیکھیں اس وقت خدا کی طرف متوجہ ہوں اور یہ تبھی ممکن ہے اگر غیر اللہ کا رعب آپ کے دل میں نہ ہو۔ اگر غیر اللہ کا رعب آپ کے دل میں پڑ جائے تو ان دعاؤں کی توفیق ہی نہیں ملتی۔ دل سے وہ ہوک اٹھتی ہی نہیں ہے جو آسمان تک جایا کرتی ہے۔ وہ ہوک تب اٹھتی ہے جب انسان خدا کے پیار میں مبتلا ہو اور اس کے برعکس باتیں دیکھے اور اپنا بس نہ چلے پھر وہ آہ دل سے اٹھتی ہے جو ایک مقبول دعا بن کے عرش کے کنگرے ہلا دیا کرتی ہے۔

تو اپنی اولاد کو بچپن ہی سے یاد رکھیں اور یہ تبھی ممکن ہے کہ آپ بچپن ہی سے اللہ کو یاد رکھیں یا اپنی زندگی میں خدا کو یاد رکھیں تو آپ کی اولاد پر بھی وہ یاد اثر انداز ہو گی اور آپ کو اچھی تربیت کی توفیق ملے گی اور پھر آپ کے مرنے کے بعد بھی یہ دعائیں کام آئیں گی۔ اب یہ جو کل کا مضمون ہے وہ اس دائرے میں آ کر اس طرح مکمل ہوتا ہے جب تک آپ زندہ ہیں اس وقت تک تو کل کی فکر کر سکتے ہیں مگر خدا نے تو آپ کو متنبہ کیا ہے کل کے اس انجام سے بھی جو قیامت تک جاری و ساری ہے۔ اس کل

سے بھی متنبہ کیا ہے جو آپ کے مرنے کے بعد پھر کسی وقت آئے گا۔تو اس کل کے نگران آپ ہو کیسے سکتے ہیں محض اپنے اعمال پر بھروسہ کر کے۔ایک ہی رستہ ہے کہ اس ذات سے تعلق قائم کریں جس پر کوئی فنا نہیں ہے جو آج کا بھی مالک ہے اور کل کا بھی مالک ہے۔ اِس دنیا کے کل پر بھی اس کا قبضہ ہے اور اُس دنیا کے کل پر بھی اس کا قبضہ ہے۔

وہ دعائیں ،وہ نہ نظر آنے والے رسےّ بن جائیں گے جو آئندہ آپ کی اولاد کو پھر ان کی اولاد کو پھر ان کی اولاد کو ہمیشہ سنبھالتے چلے جائیں گے۔

حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد جو سب سے پہلی بات اپنی اولاد کو اکٹھا کر کے کہی تھی بڑی قیمتی بات ہے۔وہ بتاتی ہے کہ کس طرح آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کی دعاؤں پر گہرا ایمان تھا اور مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے ثبوت کے طور پر ایک عظیم ثبوت ہے۔جب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا ہے تو ظاہری طور پر دنیا کے لحاظ سے وہ گھر خالی تھا۔حضرت اماں جان نے بچوں کو اکٹھا کیا اور کہا دیکھو بچو تمہیں دنیا کے لحاظ سے کچھ دکھائی نہیں دے گا مگر یہ گمان نہ کرنا کہ تمہارے باپ نے تمہارے لئے پیچھے کچھ نہیں چھوڑا وہ دعاؤں کا ایسا خزانہ چھوڑ کے گیا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔تمہیں بھی ملے گا تمہاری اولادوں کو اور ان کی اولادوں کو اور ان کی اولادوں کو ملتا چلا جائے گا۔یہ لامتناہی خزانہ ہے جو کبھی کسی باپ نے ایسا خزانہ کم ہی چھوڑا ہوگا جیسا تمہارے باپ نے تمہارے لئے چھوڑا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس بات کو بیان کیا۔حضرت پھوپھی جانؓ سے میں نے سنا۔ان دونوں سے تو مجھے یاد ہے اور ایسے وجد کی حالت میں وہ بیان کیا کرتے تھے کہ دیکھو کیسی عظیم بات تھی اور کتنی سچی بات تھی۔اس سے بڑا حوصلہ،اس سے بڑا سہارا مل نہیں سکتا تھا مگر وہ نظر آنے والا خزانہ تو نہیں تھا۔وہ دعاؤں کے رسوں میں بندھا ہوا ایک ایسے Crucible میں موجود تھا۔نہ وہ Crucible،نہ وہ برتن دکھائی دے رہا تھا نہ اس کے اندر کیا ہے وہ دکھائی دے رہا تھا۔لیکن ایمان کی دولت سے،ایمان کی آنکھ سے ان کو دکھائی دینے لگا تھا۔جانتے تھے کہ یہ سچی بات ہے اور آج ہم نے دیکھا ہے کہ یہ بات سچی نکلی۔

ہماری نسلیں بھی دیکھیں گی کہ یہ بات سچی نکلی لیکن اس خزانے کے مالک سے تعلق نہیں توڑنا

جس نے یہ خزانہ عطا کیا ہے کیونکہ وہی اصل ضمانت ہے۔ وہ لوگ جن کی نظریں خزانوں پر ٹھہر جاتی ہیں اور خزانے دینے والوں سے تعلق توڑ لیتے ہیں پھر آئندہ ان کی نسلوں کی کوئی ضمانت نہیں ہوا کرتی۔ پس اپنی ان نسلوں پر رحم کریں جو آپ کی آنکھوں کے بند ہونے کے بعد بھی پھر اس دنیا میں کئی قسم کی ضرورتوں میں محتاج رہیں گی۔ کئی قسم کی مصیبتوں میں ان کو سہاروں کی ضرورت پڑے گی، ان نسلوں کی طرف توجہ کریں جو قیامت تک آپ کی نسلوں سے پیدا ہونے والی ہیں اور پھر اس کل کی فکر کریں جو اللہ بہتر جانتا ہے کہ کتنی مدت کے بعد آئے گا مگر ضرور آئے گا اور وہ ایسا کل ہے کہ اس کے سامان آج اگر ہم نے کر لئے تو ہوں گے، اس وقت سامانوں کا وقت گزر چکا ہوگا۔

پس کوشش سے بھی اور دعاؤں کے ذریعے بھی اللہ کی محبت کے بندھن میں اپنے آپ کو جکڑتے ہوئے وہ دعاؤں کے بندھن تعمیر کریں جو نظر تو نہیں آتے مگر دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کو بھی وہ لپیٹ سکتے ہیں اور ان کے دائرے سے نکل کر باہر جانے کی کسی کو استطاعت نصیب نہیں ہوسکتی۔ ان رسوں سے جکڑ کر اپنی اولاد کو سچے رستوں پر قائم کریں۔ یہی ان کی حفاظت کا بہترین سامان ہے جو آپ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین